توضیح

روایات

دربیانِ

ذکر اللہ

از

فاضل العصر اسعد العلماء حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف اللہیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توضیح روایات در بیانِ ذکر اللہ:-

قرآنِ مجید میں ذکر و فکر سے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ جن آیات میں فکر کا بیان ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں فکر کرنا ہے۔ لیکن بعض لوگوں مثلاً (مولفِ دو قرآن وغیرہ) نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی کہ اس سے سائنس وغیرہ تحقیقاتی مسائل کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے تاکہ انسان کی بہر جہت خدمت کی جاسکے۔ اس کے لئے سہولتیں فراہم کی جا سکیں اور ملکی ، معاشی و مدافعتی قوت حاصل ہوسکے۔ اور دارالاسلام کی قوتِ حربی کا سہرا آج انھیں کے سر نظر آ رہا ہے۔ یہ استدلال اگرچہ اپنے موقع و محل کے لحاظ سے غلط نہیں۔ اور شریعت میں بھی ان اُمور کو دارالاسلام کے لوازم کی حیثیت دی گئی ہے لیکن فکر و ذکر سے متعلق جو آیات ہیں ان سب کا انحصار صرف اسی ایک مطلب سے اگر

مخصوص کر دیا جائے تو غلطی ہو گی۔!!!

تو معنی "والنجم" نہ سمجھا تو عجب کیا ☆☆ ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

(اقبال)

ہم نے اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ قرآنِ مجید علوم و آئین کا سمندر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

کل شیء احصیناہ کتابا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

ترجمہ:- ہم نے کتاب میں ہر چیز کا احصار کیا ہے۔ کوئی رطب و یابس ایسا نہیں جو کتاب میں نہ ہو۔

اس لئے جس علم و فن میں صرف ایک فن سے بحث کی گئی ہے مثلاً صرف و نحو۔ معانی و بیان۔ علمِ کلام حدیث وغیرہ اور اِسی طرح سائنس کے تائیدی نقطۂ نظر سے بھی تفسیر کی جاسکتی ہے۔ متقدمین کی تصانیف میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور مصر کے علامہ طنطاوی جوہری نے بھی یہ کام کیا ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ جو موضوعِ بحث ہو گا اِسی کے لوازم زیرِ بحث آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کرنے کا بیان جن آیتوں میں ہے اس سے انسانی خدمت اور ملک کا معاشی و مدافعتی استحکام اور اس کی ترقی کے لئے کوشش کی فکر جن لوگوں نے مراد لی وہ بجائے خود صحیح تو ہے لیکن یہ مقصدِ ثانی ہے مقصدِ اولین نہیں۔

اِسی لئے اصطلاحِ محققین کے لحاظ سے یہ ان علوم مٰیں داخل ہے جو فرضِ کفایہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فرضِ کفایہ اس شخص کے لئے ہے جس میں اس کو ادا کرنے کی اہلیت و صلاحیت ہو۔ مثلاً ہر شخص سائنس کا عالم نہیں بن سکتا اور نہ یہ ہر شخص کے لئے بلالحاظِ اہلیت ضروری ہے۔ فی الحقیقت وہ آیات ان علوم کی طرف رہبری کرتی ہیں جو فرضِ عین ہیں۔ ان علوم کی تفصیل علم سے متعلقہ روایات کی توضیح میں بیان کی جائے گئ۔ محققین کے اس نقطۂ نظر کے لحاظ سے ان آیات کا مقصدِ اولین یہ ہے کہ کائنات میں غور و فکر اس لئے کی جائے کہ خدائے تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کی معرفت حاصل ہو۔ قرآنی آیات میں بھی سب سے پہلے یہی مقصد ظاہر ہوتا ہے اور بلا لحاظِ خصوصیت عالم ہو یا جاہل، مرد ہو یا عورت سب اس خطاب میں داخل ہیں۔ بلکہ اکثر آیات میں کافروں کو بھی معرفتِ توحید کے لئے اللہ کے پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ یہاں چند آیات درج کی جاتی ہیں۔

(1) هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورۃ البقرۃ۔29)

ترجمہ:- وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین میں کی ہر چیز تمہارے لئے پیدا کی ہے۔

(2) وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ۝ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۃ فاطر۔27-28)

ترجمہ:- غور کرو کہ پہاڑوں میں سفید و سرخ و سیاہ رنگ کے پتھروں کی تہیں موجود ہیں۔ نیز انسانوں، چوپایوں اور مویشیوں کے مختلف رنگوں پر غور کرو۔ بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔

(3) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝

(سورۃ آل عمران۔190)

ترجمہ:- زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن و رات میں عقلمندوں کے لئے آیات (معجزاتِ الٰہیہ) ہیں۔

(4) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ (سورۃ الروم۔22)

ترجمہ:- زمین و آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا فرق اللہ کی آیات میں سے ہے۔

(5) قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ۔۔الخ (سورۃ العنکبوت۔20)

ترجمہ:- اے رسولؐ! تو حکم دے کہ لوگ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ خدا نے کس طرح پیدائش ظہور میں لائی ہے۔

(6) وَفِىْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (سورۃ الجاثیۃ۔4)

ترجمہ:- تمہاری پیدائش میں اور چوپایوں کی افزائشِ نسل میں اہلِ یقین کے لئے آیات ہیں۔

(7) وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف۔105)

ترجمہ:- زمین و آسمان میں کتنی ہی ایسی آیات ہیں جس سے یہ غافل لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

(8) اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِىْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ ۔۔الخ (سورۃ الاعراف۔185)

ترجمہ:- کیا یہ لوگ آسمان وزمین کی پیدائش پر اور ہر اس چیز پر جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے غور نہیں کرتے اور عجب نہیں کہ ان کی موت قریب آگئی ہو۔

(9) يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ۭ (سورۃ فاطر۔13)

ترجمہ:- رات کو دن اور دن کو رات میں بدلتا ہے سورج و چاند کو مسخر کیا ہے جس کی وجہ ہر ایک (کرہ) ایک معین مدت تک سرگرمِ رفتار ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب و تمہارا فرمانروا ہے اس کے بغیر تم جن معبودوں کو پوجتے ہو وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوتِ تخلیق کی طرف کئی مقامات پر کئی طریقوں سے انسان کو متوجہ کیا ہے۔ اس کا مقصدِ اولین اس کی توحید اور اس کی قدرت کی معرفت ہے اور غیر اللہ کی پرستش سے بچا کر صرف ایک ذات وَاحِدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کو معبودِ حقیقی تسلیم کروانا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جابجا اپنی مخلوقات کی نسبت "آیات" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کے مضامین بھی آیاتِ الٰہی ہیں۔ اور کائنات و موجودات بھی آیاتِ الٰہی ہیں۔ جس طرح دنیا کا بڑے سے بڑا عالم قرآن کی ایک آیت بنانے سے عاجز ہے۔ اِسی طرح بڑے سے بڑا سائنسدان ایک پتہ یا ایک ذرہ کی تخلیق کی قدرت نہیں رکھتا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر ایجادات عمل میں لانا اور ہے تخلیق و

پیدائش اور!!!اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں پر آیت و بنیات کا لفظ استعمال فرمایاہے جو صرف اِسی کی قدرت اور اِسی کی خلافت کے لئے مخصوص ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ کائنات میں غور و فکر کا مقصدِ اولین خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے۔

وہ قوم جو فیضانِ سماوی سے ہو محروم ☆☆ حد اُس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے ☆☆ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

(اقبال)

اور ذکر سے متعلق جو آیتیں ہیں ان میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے ذکرِ اعمالِ الٰہی مراد ہے یعنی موجوداتِ عالم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو مظاہر ہیں ان میں غور و فکر کرنا اور ان کی خصوصیتیں بیان کرنا۔ آیاتِ ذکر کو صرف اِسی ایک معنی پر منحصر کر دینا غلطی ہے۔کیونکہ قرآنِ مجید میں ذکرِ اسمِ الٰہی کی صاف و صریح آیات موجود ہیں:-

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ۔۔الخ (سورۃ المزمل۔8) (تم اپنے رب کے نام کا ذکر کرو) اور ایک جگہ فرماتا ہے:-

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ۔۔الخ (سورۃ بنی اسرآءیل۔110)

ترجمہ:- کہدو خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے چاہو پکارو اس کے نام اچھے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ (سورۃ الاعراف۔180)

ترجمہ:- اللہ کے اچھے نام ہیں۔ان ناموں سے اس کو پکارو۔اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔

حاصل یہ کہ قرآنِ مجید نہ صرف ذکرِ اسمِ ذات بلکہ ذکرِ اسمِ صفات کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام ☆☆ وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسماء

مقامِ ذکر کمالاتِ رومیؒ و عطار ☆☆ مقامِ فکر مقالاتِ بو علی سینا

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں ☆☆ مقامِ ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

امامنا حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد عشق و محبتِ الٰہی کی تعلیم ہے اس لئے آپؑ کی تعلیمات کا موضوع طلبِ دیدارِ خدا ہے اور طلب کا ایک لازمہ ذکر و توجہ بھی ہے اس لئے بحکمِ خدائے تعالیٰ آپؑ نے ذکر دوام فرض فرمایا۔ اور قرآنِ مجید کی آیات بھی اس فرضیت پر شاہد ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (سورۃ النسآء۔ 103)

ترجمہ:- جب تم نماز پوری کر چکو تو اس کے بعد کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرو۔ پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو نماز پڑھو کیونکہ نماز مومنوں پر بقیدِ وقت فرض ہے۔

بعض لوگوں نے ذکر سے مراد نماز بیان کی ہے۔ یہ مراد اپنے موقع و محل کے لحاظ سے درست ہو تو سکتی ہے لیکن ہر جگہ یہی مراد لینا اور ذکر اللہ کے حکم سے اعراض کرنا صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو کہ اس آئیہ شریفہ میں نماز کا بیان علٰحدہ ہے اور ذکر اللہ کا بیان علٰحدہ۔ "فاذا قضیتم الصلوٰۃ" میں نماز کا بیان ہو چکا اس کے بعد ذکر اللہ کا بیان ہے جس میں اس کی مداومت و مواظبت کا مفہوم لایا گیا ہے پھر اس کے بعد نماز موقتی ہونے کی خصوصیت کو واضح کیا گیا۔ اس سے صراحتہً ثابت ہو رہا ہے کہ نماز موقتی فرض ہے اور ذکر اللہ ہر حالت میں فرض ہے۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے:-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ۔۔ الخ (سورۃ آل عمران۔ 190-191)

ترجمہ:- بے شک آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے بدلنے میں ان عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہر انسان کی یہی تین حالتوں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں اپنی یاد اور اپنی طرف توجہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ صاحبِ معالم التنزیل نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :-

و قال سایر المفسیرین اراد قہ المداومۃ علی الذکر فی العموم الاحوال لان الانسان قل ما یخلو من احدی ھذہ الحالات۔

ترجمہ:- تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی مراد تمام حالت میں ذکر کی مداومت ہے کیونکہ انسان ان تینوں حالتوں میں سے بہت کم خالی رہتا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ آئیہ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔ 205) (یعنی اہلِ غفلت میں شمار مت ہونا) کے تحت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے:-

عن ابن عباس انہ قال فی قولہ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم لو حصل لابن آدم حالۃ رابعۃ سوع ھذہ الاحوال لامر اللہ بالذجر عبدگا و اکنزادعبی انہ تعالیٰ امر بالذکر علی الدوام۔

(تفسیر کبیر جلد 4)

ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ عنہ ؓسے مروی ہے کہ انھوں نے:- اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ۔۔الخ (سورۃ ال عمران۔190-191) کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر انسان کو ان تین حالتوں کے سوائے چوتھی حالت حاصل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی ذکر کا ضرور حکم دیتا (امام رازیؒ کہتے ہیں کہ) اس سے اُن کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کا حکم دیا ہے۔

صاحبِ معالم التنزیل نے آئیہ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ ۚ (سورۃ ال عمران۔190) کے تحت حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت درج کی ہے:-

قالت کان رسول اللہ یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ

ترجمہ:- حضرت عایشہ رضی اللہ عنہانے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔

غرض مفسرین و محدثین و اکابرِ اہلِ سنت و اولیاء کرام کے اقوال و توضیحاتِ ذکر کے فضائل میں اتنے ہیں کہ جن کو جمع کیا جائے تو وہ خود ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔

مسلم ہستی دل بہ اقلیمے مبند ☆☆ گم مشواند در جہانِ چوں وچند

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:-

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا ﴿ۙ۴۱﴾ (سورۃ الاحزاب۔41)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔

اس آئیہ شریفہ میں تاکید کے لئے "اَذۡکُرُوۡا ذِکۡرًا" مفعولِ مطلق لایا گیا اور "کَثِیۡرًا" کے لفظ سے مزید تاکید بڑھادی گئی ہے۔ تاکید کا یہ اہتمام اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ ذکر کا حکم فرض ہے۔ نماز اور زکوۃ کے بارے میں صرف صیغۂ امر کے ساتھ آیات وارد ہوئی ہیں مثلاً اَقِیۡمُوۡا

الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ اور اس حکم کی فرضیت کو جس اہتمام سے تسلیم کیا جاتا ہے محتاجِ بیان نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ذکر، نماز سے بھی افضل عبادت ہے فرماتا ہے:-

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (سورۃ العنکبوت۔45)

ترجمہ:- کتابِ قرآن کی جو آیات وحی کی گئی ہیں اُن کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور تم جو کرو گے اللہ وہ سب جانتا ہے۔

جو لوگ ذکر سے نماز یا تلاوتِ قرآن مراد لیتے ہیں اُن کی حقیقت بھی یہاں کھل جاتی ہیں کیونکہ اس آیت میں تلاوتِ قرآن نماز اور ذکر اللہ کو علٰحدہ علٰحدہ بیان فرمایا اور ذکر اللہ کو بہت بڑا قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو فرض نماز سے افضل ہو وہ بھی بالضرور فرض ہو گا۔ قرآنِ مجید میں ذکر اللہ کا حکم بہت اہتمام کے ساتھ کئی طریقوں سے کئی موقعوں پر وارد ہوا ہے۔ اس کے باوجود حضرت مہدی علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض قرار دینا تاکید میں اور بھی اضافہ کا باعث ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکرِ کثیر کی تاکید و تفہیم اور اس کی فضیلت کے بیان پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ذکرِ قلیل کو منافقین کی صفات میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (سورۃ النسآء۔142)

ترجمہ:- منافقین اللہ تعالیٰ سے چالبازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ اُن کو چالبازی کی سزا دیگا۔ اور (یہ لوگ) جب نماز ادا کرتے ہیں تو اکسائے ہوئے لوگوں کو دِکھانے کی خاطر ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ کا ذکر کم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن میں ذکر سے غفلت کو موجبِ عذاب و عتاب قرار دیا گیا ہے۔

(1) فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (سورۃ الزمر۔22)

ترجمہ:- بدبختی ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ سے غفلت کی وجہ سخت ہوگئے ہیں یہ سب لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(2) وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ○ (سورۃ الزخرف 36)

ترجمہ:- جو شخص اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر شیطان کو متعین کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

(3) وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ﴿﴾ (سورۃ طٰہ۔124)

ترجمہ:- جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

(4) وَمَنۡ يُّعۡرِضۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهٖ يَسۡلُكۡهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿﴾ (سورۃ المزمل۔17)

ترجمہ:- جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے روگردانی کرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

جب ذکر اللہ سے غفلت موجبِ عتاب و عذاب ہے تو اس کی فرضیت کو تسلیم کرنا اصولِ شرعیہ میں داخل اور ہر مومن متقی کے لیے اس پر اعتقاد و عمل لازم ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل ☆☆ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبالؔ)

حضرت مہدی علیہ السلام کی جماعت نے آپؑ کی تعلیم پر بدرجۂ کمال عمل کیا اور آپؑ نے اس فقیر پر جو آٹھ پہر کا ذاکر ہو مومنِ کامل کا حکم سنایا۔ چونکہ آپؑ کی جماعت فرض ذکر کی بدرجۂ اتم عامل تھے اس لیے آپؑ نے آئیہ شریفہ :-"فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا يٰاُولِى الۡاَلۡبَابِ" میں "اُولُوا الۡاَلۡبَابِ" کی اس خصوصیت کو اپنی جماعت سے مطابق قرار دیا۔

روایت (202) ملاحظہ ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔ ایک وقت "سلطان النہار" دوسرا وقت "سلطان اللیل" ہے جو شخص ان دونوں وقت کی حفاظت کر رہا ہو (گویا) اس سے دن ورات ضائع نہیں جا رہے ہیں۔ ان دونوں وقت کو جو (فقیر) ضائع کر دے وہ فقیر دین نہیں۔ (روایت 202) انصاف نامہ وغیرہ کتبِ نقلیات میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ سلطان النہار کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اور سلطان اللیل کا وقت عصر سے عشاء تک ہے۔ ان اوقات میں ذکر اللہ کے اثر سے دل میں توجہ قائم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دن اور رات کے بقیہ اوقات میں قلب پر غفلت غالب ہونے نہیں پاتی۔

امامنا علیہ السلام کے فرامین میں جس طرح منتہائے عالیت و عزیمت کا معیار پایا جاتا ہے اِسی طرح رخصت سے تعلق رکھنے والے احکام بھی موجود ہیں۔ آپؑ نے آٹھ پہر (موجودہ وقت کے لحاظ سے 24 گھنٹے جس میں عصر و مغرب کے درمیان بیانِ قرآن بھی شامل ہے) کے ذاکر کو مومنِ کامل فرمایا ہے۔ یہ عالیت و عزیمت کا بلند مرتبہ ہے اور رخصت کی حد میں سلطان النہار و سلطان اللیل کی حفاظت کا حکم بھی موجود ہے۔ تاکہ آنے والے زمانے میں لوگ اپنی اپنی ہمت و صلاحیت کے مطابق دینِ مہدیؑ سے استفاضہ کر سکیں۔ اور احکام رخصت کی صدقِ دل سے تعمیل ہی ان کی ترقیوں کا زینہ بن جائے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ نے "رخصت" کی حد

رکھنے والے جتنے احکام اور جو کچھ مسائل آپؐ نے بیان فرمائے اُن کا تعلق فرامینِ امامنا علیہ السلام ہی سے ہے۔ اس کی مزید تفصیل کا محل نہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے چند مراتب بیان فرمائے ہیں۔ ذکرِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی چار صورتیں ہیں۔(1) گفتی یعنی صرف کہنے کی حد تک (2) دانستنی یعنی صرف جاننے کی حد تک (3) دیدنی یعنی دیکھنے کی حد تک (4) شدنی یعنی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو جانا ہے۔ دوسری کتبِ نقلیات میں "دیدنی کے بجائے" چشیدنی" ہے ۔ ان مراتب کی تفہیم کے لئے بطورِ تمثیل یہ بیان کیا جاتا ہے کہ درجۂ گفتنی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پتھر پانی میں۔ یعنی جس درجہ پانی کا اس میں اثر ہو سکتا ہے بس۔ اتنا ہی اثر اس درجہ والے ذاکر میں ہوتا ہے۔ اور "درجۂ دانستن" کی مثال "سنگ در آتش" ہے۔ یعنی پتھر آگ میں جس نوعیت سے حرارت کا اثر قبول کرتا ہے۔ اتنا سا اثر "دانستن" کے درجہ والے میں ہوتا ہے۔ "درجۂ دیدن وچشیدن" کی مثال "آتش در شمع" ہے۔ روشن شمع کی طرح ذکرِ الٰہی سے ذاکر کا باطن روشن ومنور رہتا ہے۔ یا اس کی مثال "نعل در آتش" ہے۔ یعنی لوہا آگ کے اثر کو اس

درجہ قبول کرتا ہے کہ اپنا وجود آگ کی شکل اختیار کر لے۔ یہ آگ میں آگ تو بن جاتا ہے لیکن اس کی آہنیت سالم رہتی ہے۔ "درجۂ شدن" کی مثال لکڑی اور آگ یا برف و پانی ہے۔ اس درجہ میں ذاکر "تخلقوا باخلاق اللہ "

کا مصداق ہوتا ہے۔ اور اطلاقیت اتنی حاصل ہوتی ہے کہ "پس قیامت شو قیامت را ببیں" کے اصول پر "فنافی اللہ وبقاباللہ" سے مشرف ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ جس درجہ ذکر قائم ہو تا جاتا ہے اتنا ہی ذکر کی مداومت و مواظبت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مرتبۂ "شدنی" میں دوامیت، اطلاقیت اور فنائیت درجۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

ذکر قائم از قیامِ ذاکر است ☆☆ از دوامِ او دوامِ ذاکر است

(اقبال)

روایت (200) ملاحظہ ہو امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ "لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" بندہ کے پر اس قدر اثر کرے جتنا مونگ

کا دانہ گائے کے سینگ پر (مارا جائے تو) اثر کر سکتا ہے تو اس بندہ کا مقصد پورا ہو جائے گا"۔ اور روایت (202) ملاحظہ ہو کہ امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے مومن کے دل پر ایسا اثر ہونا چاہیئے جیسا کہ روئی سے بھرے ہوئے

گھر میں ایک چنگاری کر سکتی ہے۔ کہ جس سے ساری روئی جل جاتی ہے ۔لیکن لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تاثیر تو یہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت پور ی پوری سوختہ ہو جاتی ہے۔

اس فرمان سے ظاہر ہے کہ بنیادی امر محبت و عشقِ الٰہی ہے اس کے بغیر ذکر میں وہ اثر وہ رنگ نہیں قائم ہو سکتا من احب شیًا اکثر ذکرہ (جس کو جس کسی چیز سے زیادہ محبت ہو گی اس کا ذکر زیادہ کرے گا)اسی لیے "عشق" کو

"ام الکتاب" اور "آبِ حیات" کہتے ہیں۔جو تعلیماتِ قرآن کا حاصل اور بقاباللہ کا باعث ہوتا ہے۔

برخوراز قرآں اگر خواہی ثبات ☆☆ ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

تا دو تیغ لا و الا داشتیم ☆☆ ماسوی اللہ افشاں نگذاشتیم

(اقبال)

مولفِ انصاف نامہ حضرت میاں ولی جی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ:-

مراقبہ رادو معنی یکے معنی آنکے مراقبہ محافظہ است مشتق من الرقبۃ وھو الحفظ یعنی دل راازخواطرِ غیرِ حق بذکرِ حق نگاہ داشتن و حق را برخود مطلع دیدن وایں مراقبہ مبتدیانست دوم مراقبہ بمعنیِ مشاہدہ است مشتق من الرقوب وھو النظیر یعنی در مشاہدہ جمال و جلالِ ذات وصفاتِ حق چناں مستغرق شد کہ ہیچ چیز یاد نیاید وایں مراقبہ منتہانست پس اعمال جوارح با پریشانی خاطر ممکن ہست اما مراقبہ بغیر خلوت باطن اصلا ممکن نیست۔پس اے عزیز!طالبِ حق را باید کہ دائم در مراقبہ باشد وہر چہ معاملہ و خواب بیند پیشِ مرشد عرض کند بہ خودی خود مغرور نشود۔(انصاف نامہ باب(5))۔

ترجمہ:- مراقبہ کے دو معنی ہیں ایک مراقبہ بمعنیِ محافظہ ہے جو "رقابۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی حفاظت کے ہیں یعنی دل کو غیر حق کے خطروں سے بچا کر ذکرِ حق میں مشغول رکھنا اور حق کو اپنے پر آگاہ سمجھنا۔یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے دوسرا مراقبہ مشاہدہ ہے جو "رقوب" سے مشتق ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں۔یعنی جمال و جلالِ ذات وصفاتِ حق کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق ہو کہ کوئی چیز یاد نہ آنے پائے اور یہ مراقبہ نہتیوں کا ہے۔ اعضاء کے افعال دل کی پریشانیوں میں بھی صادر ہونا ممکن ہے لیکن مراقبہ بغیر خلوتِ باطن کے بالکل ناممکن ہے۔پس اے عزیز!طالبِ حق کے لیے لازم ہے کہ ہمیشہ مراقبہ میں رہے اور جو کچھ معاملہ و خواب دیکھے مرشد سے عرض کرے اپنی خودی میں مغرور نہ ہو جائے۔"

حضرت امامناعلیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر آنے والے مصدق کو خواہ عالم ہو یا امی مرد ہو یا عورت پاسِ انفاس اور ذکرِ خفی کی تلقین فرماتے تھے۔اور یہ تمام اذکارِ مراتبی میں افضل ترین ہے۔اسی لئے فقرائے مہدویہ میں ادوار و وظائف اور تسبیح کے دانوں یا انگلیوں کی گنتی پر عمل نہیں رہاہے۔کیونکہ ذکرِ خفی کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ملاحظہ ہو روایت (201) میں یہ اشعار درج ہیں :-

انفاس پاس دار اگر مردِ عارفی ☆☆ ملکِ دو کون ملکِ تو گردو بہ یک نفس

ہر یک نفس کہ می رود از عمرِ گوہر یست ☆☆ کاں را خراج ملک دو عالم بود بہا

مپسند کایں خزانہ دہی رائیگاں بباد ☆☆ انکہ روی بخاک تہی دست و بے نوا

(اقبال)

یعنی اپنے سانسوں کی نگرانی کر اگر تو مردِ عارف ہے۔دونوں جہاں کی بادشاہت تیری ملک ایک سانس میں ہو جائے گی۔ عمر کی ہر ایک سانس جو نکل رہی ہے ایک موتی ہے۔ جس کی قیمت دونوں جہانوں کی بادشاہت ہے۔ اس کو رائیگاں کرنا تو پسند نہ کر۔ ایسا کرے گا تو خاک میں خالی ہاتھ اور بے نوا جائے گا۔

ذکرِ پاسِ انفاس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مہدوی اپنی ناک کو آلۂ ذکر قرار دیتے ہیں۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ نے اپنے ایک رسالہ[1] میں اس کا تذکرہ فرمایاہے۔

"صفت ناسزا کہ نسبت یاران سید محمدی کنند خطائے محض است زیر اچہ آنکہ میگویند کہ یارانِ سید محمد بنی را آلۂِ ذکر ساختہ اند۔۔الخ۔

یعنی متبعین سید محمد مہدی علیہ السلام پر جو الزام عاید کرتے ہیں کہ انھوں نے ناک کو آلۂ ذکر قرار دیاہے" محض غلط "ہے۔

اس کے بعد آپؓ نے کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کی پیروی کو واضح کرتے ہوئے یہ آیت بیان کی ہے :-

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ:- اور صبح شام ذکر کرو اپنے رب کا عاجزی و خوف کی حالت میں نہ کہ کھلی آواز میں اور غافلوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔

نیز یہ آیت بھی درج فرمائی ہے:-

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا۝ (سورۃ مریم۔3)

ترجمہ:- جب کہ اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

چوں مصطفٰی علیہ السلام و پیغمبرانِ دیگر مامور ند کر خفی باشند پس معلوم شد کہ ذکرِ خفی اولیٰ تر است از ہمہ اذکار و آلتِ ذکر قلب است و تا آں کہ یادِ حق در دل قرار نگیرد ذاکر از صفات غفلت بیرون نیاید و قرار نگیرد و ذاکر از صفاتِ غفلت بیرون نیاید و قرار دادن یادِ حق را بغیر پاس داری نفس محال باشد و بغیر ذکر پاسِ انفاسِ دل از خواطر دواوھام پاک نشود زیراچہ منشاء و مستقر قلب است۔۔الخ۔

ترجمہ:- جب محمد مصطفٰی ﷺ اور دیگر پیغمبر ذکرِ خفی پر مامور ہیں تو معلوم ہوا کہ ذکرِ خفی تمام اذکار میں اولیٰ تر ہے۔اور آلۂ ذکر قلب ہے جب تک یادِ حق دل میں قرار نہ پائے ذاکر صفاتِ غفلت سے بچ نہیں سکتا۔اور بغیر پاسِ انفاس کے ذکر قائم ہونا محال ہے اور پاسداریِ سانس کے بغیر دل خطرات و اوہام سے پاک نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سانس کا منشاء اور مستقر قلب ہے۔اس کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:-

---

1۔ یہ رسالہ 1850 ہجری نقل کردہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور ہم نے متعدد نسخوں سے اس کا مقابلہ بھی کیا ہے۔

نفس مقید بہ بینی نیست بلکہ او راد خل در جمیع اعضاء است عمم از یں جہت ھمہ ردندگان راہِ حق و جویندگان ذات مطلق ذکر خفی را اولیٰ اثر داشتہ اند زیرا کہ بے ذکرِ خفی و ذکرِ پاسِ انفاس وجودِ ذاکر از لوث دریا و عجب پاک نشود و ذکرِ دوام حاصل نیاید از جہت آں کہ اگر ذکرِ حق را بر زباں آرد گاھے باشد کہ ذاکر بحکایت و یخوددن و نخسپیدن مشغول شود و چوں مشغول بجزئے شود از یادِ حق باز مند و از جملہ غافلاں باشد و غفلت صفتِ مومن نیست۔۔الخ

ترجمہ:- سانس ناک میں مقید نہیں رہتی اس کا دخل تو تمام اعضائے جسمانیہ میں ہے۔اِسی لئے سالکینِ راہِ حق و طالبینِ ذات مطلق نے ذکرِ خفی کو اولیٰ تر قرار دیا کیونکہ ذکرِ خفی اور ذکرِ پاسِ انفاس کے بغیر ذاکر کا وجود لوثِ ریا و عجب سے پاک نہیں ہو سکتا اور ذکرِ دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ذکرِ حق زبان سے کیا جائے تو چونکہ کبھی ذاکر مصروفِ گفتگو ہو گا کبھی کھانے سونے میں مشغول ہو گا۔اور جب کبھی دوسری مشغولیت ہو گی زبان کے ذریعہ یادِ حق سے باز رہے گا اور غافلین میں شمار ہو جائے گا۔حالانکہ غفلت مومن کی صفت نہیں ہے۔

اس کے بعد دورانِ بحث میں حدیثِ شریف "کل نفس یخرض بغیر ذکر اللہ فھو میت"۔ (ہر سانس جو بغیر ذکرِ خدا کے نکلے مردہ ہے) پیش کرکے فرمائے ہیں کہ :-

در قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت آنست کہ نفس رادر آمد در دل و در جمیع اعضاء است وچوں نفس باذکرِ حق سرایت در جمیع اعضاء کنید واز فیضِ ذکر اثر حیات در جمیع اعضاء پیدا آید تا درختِ ایمان رادر دلِ ذاکر برویاند۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاالہ الااللہ ینبت الایمان کاینبت الماء البقلۃبدان اے عزیز! چوں مقصودِ آں باشد کہ بواسطہ پاس داریِ نفس یادِ حق در دل قرار گیرد و نفس باذکرِ حق درون و در بیرون آید خواہ از دھن خواہ بینی وایں ھر دوراہ نفس اند بواسطہ گذر نفس بینی آلۂ ذکر نمی شود زیرا چہ نفس مطلق است ویارانِ سید محمد رامقصود آنست کہ بواسطہ پاسداریِ نفس یادِ حق در دل قرار گیرد و بذکرِ خدا اطمینانِ قلب حاصل شود" کما قال سبحانہ وتعالیٰ اطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔(رعد)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں حکمت یہ ہے کہ سانس کو چونکہ دل میں اور تمام اعضاء میں دخل ہے جب سانس ذکرِ حق کے ساتھ تمام اعضاء میں سرائیت کرے گی اور ذکر کے فیض سے حیات کا اثر تمام اعضاء میں ہوگا تو ذاکر کے دل میں ایمان کا درخت اگائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ایمان (کا درخت) اس طرح اگاتا ہے جس طرح کہ پانی سبزی کو اگاتا ہے۔ اے عزیز! تو جان لے مقصد یہی ہے کہ سانس کی پاسداری سے ذکر اللہ دل میں قرار پائے اور سانس ذکر اللہ کے ساتھ اندر جاتی اور باہر آتی ہے خواہ منہ کے ذریعہ یا ناک کے ذریعہ۔ یہ دونوں سانس کے راستے ہیں۔ سانس محض اس راستہ سے گذرنے کی وجہ ناک ذکر کا آلہ نہیں قرار دی جاسکتی کیونکہ سانس تو بذاتِ خود مطلق ہے۔ اور متبعین حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کا مقصد یہی ہے کہ سانس کی پاسداری کے ذریعہ ذکر اللہ کو قلب میں قائم کیا جائے اور ذکرِ خدا سے قلب ہی کو اطمینان نصیب ہوسکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذکر اللہ سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ ابر ہو کہ ذکر اللہ کے ذریعہ قلوب اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

اور یہی حصولِ دیدار کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝27 ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝28 فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝29 وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝30 (سورۃ الفجر۔27-30)

ترجمہ:- اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی بہ رضا ہو اور میرے بندوں میں شامل ہوکر میری جنت (دیدار) میں داخل ہوجا۔

امامنا علیہ السلام نے ذکر میں اور " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " ہی کو مخصوص فرمایا ہے۔ اور اسی کو انبیاء وصحفِ سماویہ کا مقصد قرار دیا ہے۔ اور ذکرِ خفی کی تعلیم کی وجہ سے بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ اس کے برخلاف دیگر اوراد و وظائف میں غیر اللہ کا تعلق ہوسکتا ہے اور ریاء ولوث بھی

شامل رہ سکتا ہے۔ مثلاً حصولِ رزق ورفعِ تنگدستی کے لئے "یاقوی" اور کسی کی محبت قائم کرنے کے لئے "یاودود" کاورد کیا جاتا ہے۔ ایسے اور اوراد میں اگرچہ خدا کا نام ہے لیکن اوراد کا مقصد خدا نہیں۔ اِسی لئے امامنا علیہ السلام نے صرف ذکرِ "لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی پابندی فرض قرار دی ہے۔ جس میں غیر اللہ کی طلب کا شائبہ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صاف وصریح طور پر کئی مقامات پر واضح فرمایا ہے کہ ذکرِ الٰہی اور عبادات خالصاً لوجہ اللہ ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ جس مقصد ومنشاء کے تحت عمل کیا جائے گا معناً وہی مقصد و منشاء اس کا معبود و مقصود قرار پائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ (سورۃ الفرقان۔43)

ترجمہ:- کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی ہوس وخواہش کو اپنا معبود بنالیا۔

روایت ہے کہ ایک موقع پر کسی نے چار بڑی کتبِ سماویہ کے نزول کی ماہیت کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:- مراد از توریت وزبور وانجیل وفرقان بیک کلمہ اندک لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ است۔ یعنی توریت، زبور وانجیل وقرآن کے نزول کا مقصد ایک ہی کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔!(انصاف نامہ) اس مختصر جواب سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ بعثتِ انبیاء ونزول کتبِ سماویہ کی علت غائی فی الاصل اقرار و معرفتِ توحید باری تعالیٰ ہے اس کے سوائے عبادات و معاملات وغیرہ مسائل سے متعلق جو کچھ تعلیمات واحکام ہیں وہ لوازمِ ضروریہ ہیں۔ اسی لئے اسلام کی ابتداء بھی کلمہ طیبہ سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا بھی اس کلمۂ طیبہ سے جس جس میں پہلے الٰہ کی نفی کی تعلیم دی گئی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مومن جب کبھی الا اللہ کی روح میں جس کسی الٰہ کو حائل پائے گا اس الٰہ کو ترک کر کے الا اللہ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیوں کہ اقرار "باللہ" پر نفی "غیر اللہ" کو مقدم رکھا گیا ہے۔

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ☆☆ ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

وہ رمزِ شوق جو پوشیدہ "لا الٰہ" میں ہے ☆☆ طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے

(اقبال)

غرض امامنا علیہ السلام کی تعلیمات میں خصوصیت کے ساتھ اس امر کی اہمیت پائی جاتی ہے کہ ذکرِ الٰہی اور عبادات میں خیالِ "ماسوی اللہ" کا شمہ برابر بھی دخل باعثِ خلل تصور کیا جائے۔

روایت ہے کہ بندگی میاں سید سعد اللہ 1 وبندگی میاں سید عبد الطیفؒ میں بہت محبت تھی اور ثانی الذکر اول الذکر سے علاقہ (بیعت) بھی کیا تھا۔ نمازِ جماعت میں سید سعد اللہؒ اگر امام ہوتے تو میاں عبد الطیف حاضر ہوتے ورنہ دوسرے امام کی اقتداء میں نماز کم ادا کرتے تھے۔ فقرائے دائرہ سے

کسی نے ایک دن میاں سید سعد اللہؒ سے عرض کیا کہ میاں عبد الطیف نمازِ جماعت میں کم آتے ہیں۔ میاں سید سعد اللہؒ نے مسکرا کر فرمایا آپ ہی پوچھیئے تمام برادرانِ دائرہ نے پوچھا کہ آپ تمام جماعت میں کیوں کم آیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب امام حاضر نہیں ہوتا ہے تو میں تنہا پڑھ لیتا ہوں۔ برادرانِ دائرہ نے کہا امام تو ہر نماز میں حاضر رہتا ہے؟ پس میاں نے نمازِ مغرب کی جماعت میں شریک ہونے کے بعد ایک دو رکعت ادا کر کے نیت توڑ کر علٰحدہ نماز ادا کی۔ تمام برادرانِ دائرہ نے عرض کیا کہ اس وقت امام حاضر ہونے کے باوجود آپ نے تنہا نماز کیوں پڑھی؟ میاں نے فرمایا کہ امام حاضر نہ تھا(بے حضورِ قلب تھا) تیلی کے گھر ایک جراف چراغ کا تیل لانے گیا تھا۔ پھر میں کس کے پیچھے نماز پڑھتا!!۔ اس کے بعد امام نے عرض کیا صحیح فرماتے ہیں کہ میرے دل کا خطرہ اِسی جگہ سے متعلق تھا اس کے بعد تمام برادرانِ دائرہ کا حسنِ اعتقاد زیادہ ہو گیا اور (اس درسِ عمل پر میاں عبد اللطیفؒ) ممنون ہوئے۔

(اخبارِ اسرار باب 2 فصل 9)

میاں عبد الطیفؒ کی اس باطنی کیفیت پر اُن کے مرشد میاں سید سعد اللہؒ آگاہ تھے کیوں کہ مسکرا کر انہیں سے پوچھو کا حکم دینا اِسی بات کی علامت ہے۔ اور روایت کے اندازِ بیان سے ظاہر ہے کہ امام کے حضورِ قلب کے بغیر میاں عبد الطیفؒ کو نماز میں تسکین نہ ہوتی تھی اور اُن کی اس خاص کیفیت کی وجہ اُن کے مرشد نے اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا تھا اور دائرہ میں عام حیثیت سے جو نماز ادا ہو رہی تھی وہ چونکہ ازروئے احکامِ شرعیہ پورے ارکان ظاہرہ کی حامل اور جواز کا فتویٰ رکھتی تھی اِسی لئے صاحبِ دائرہ میاں سید سعد اللہ نے حضورِ قلب کی باطنی کیفیت اور اس کیفیت کے کشف اور اس کے اثر کو جو ہر صاحبِ کشف کا خصوصی ذاتی معاملہ ہے خصوصیات ہی کی حد میں اور عام ظاہرہ حیثیت مُیں جو نماز کو متاثر کرنے والا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ کیونکہ باطنی خصوصیت ہر فرد کے بس کی بات نہیں۔ برادرانِ دائرہ کا حسنِ اعتقاد زیادہ ہونا اور میاں عبد الطیفؒ کا ممنون ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس درسِ عمل سے نماز کی باطنی خصوصیت، حضورِ قلب، ترکِ خیالِ ماسوی اللہ کی طرف توجہ انھیں قائم ہو گئی اور اس کشف و عمل کے اظہار کی علتِ غائی بھی یہی تھی۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ احکامِ شریعت کے تحت جو شخص نماز ادا کرتا ہے ہر عالمِ شریعت اس کی نماز ادا ہونے کا فتویٰ دے گا۔ جو نحن نحکم بالظاھر کے بالکل مطابق ہے۔ لیکن ایک عارف باللہ سے بھی پوچھو وہ اگر کہدے کہ نماز ادا ہو گئی تو سمجھو کہ فی الحقیقت وہ نماز کیسی ہو گی!!

غرض واقعہ مذکور الصدر تبع تابعین سے ملحق زمانہ کا ہے۔ اِسی پر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے اور آپؑ کی تعلیمات و فیضِ صحبت سے راست مستفیض ہو رہے تھے اُن کے ذکر

و نماز کی باطنی خصوصیات کا کیا عالم ہو گا۔!!! جب کہ امامنا علیہ السلام نے یہ خوشخبری سنائی ہو کہ:-

"یک نظرِ بندہ بہتر از عبادتِ ہزار سالہ"

یعنی بندہ کی اک نظر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

اک شرعِ مسلمانی اک جذبِ مسلمانی ☆☆ ہے جذبِ مسلمانی سرِ فلک الافلاک

اے رہروِ فرزانہ بے جذبِ مسلمانی ☆☆ نے شاخِ عمل پیدا، نے شاخِ یقیں نمناک

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ج (سورۃ الانعام۔102)

ترجمہ:- یہی تمہارا رب ہے اس کے سوائے کوئی عبادت کے لایق نہیں ۔ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس تم اِسی کی عبادت کرو۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے:-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ط

(سورۃ النور۔41)

ترجمہ:- کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان میں کی ہر چیز اور اڑنے والے پرندے اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ان میں کا ہر ایک اپنی نماز اور اپنے ذکرِ الٰہی سے واقف ہے۔

جب زمین و آسمان میں کی ہر چیز اپنے اپنے حدود میں ذکر و عبادت کی خصوصیت کی حامل ہے تو انسان کی عقل و تمیز کا اقتضاء یہ ہونا چاہیٔے کہ اس کی عبادت اور اس کے ذکر کو خود آپ ہی اپنے پر فرض قرار دے لے۔ اس کے بجائے احکامِ فرض اور تاکید و تفہیم کے باوجود مائل بہ تاویلات ہونا ذکر اللہ کی آیتوں سے ذکر اعمالِ الٰہی وغیرہ معنوں کو مخصوص کر دینا منشاءِ تعلیماتِ الٰہیہ کے سراسر منافی ہے۔

گفت مرگِ عقل؟ گفتم ترکِ فکر ☆☆ گفت مرگِ قلب؟ گفتم ترکِ ذکر

گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گردِ راہ ☆☆ گفت جاں؟ گفتم کہ رمزِ لا الٰہ

گفت آدم؟ گفتم از اسرارِ اوست ☆☆ گفتِ عالم! اُو خود روبروست

(اقبال)